***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Juristic Opinions on Sale Before Possession: A Fiqh-Based and Applied Study

بیع قبل القبض میں اجتہادی آراء(ایک فقہی و تطبیقی مطالعہ)

Qazi Muhammad Imdad

Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, Bahria University, Islamabad

Dr. Syed Muhammad Shahid Tirmizi

Associate Professor, Chairperson, Department of Islamic Studies, Bahria University, Islamabad

Abstract

This study examines the jurisprudential dimensions of Bay ‘qabl al-qabd (sale prior to possession), a significant and recurrent issue within Islamic commercial law that has acquired renewed complexity in the context of contemporary financial practices. Islamic law mandates that all financial transactions be governed by the principles of justice, transparency, and the protection of contractual rights; however, the application of these principles to evolving market structures such as online trading platforms, digital marketplaces, and electronic commodity exchanges has generated substantial juristic discourse. Classical Muslim jurists exhibited divergent positions on the permissibility of sale prior to possession. While a number of scholars categorically prohibited such transactions, others allowed them under specific conditions or with respect to certain categories of goods. It further explores the underlying causes of juristic disagreement, including methodological differences in textual interpretation, the determination of effective legal causes (‘illah), and the role of customary practice (‘urf). In addition, the study evaluates the contemporary applicability of this doctrine in areas such as online trading, Islamic banking, and digital financial systems. The objective is not merely to present competing juristic perspectives, but to synthesize them in order to arrive at a balanced and contextually relevant conclusion that aligns with the higher objectives of Islamic law (Maqāṣid al-Sharī‘ah) and addresses the exigencies of the modern economic environment.

Keywords: *Bay ‘qabl al-qabd; Islamic jurisprudence; qabd (possession); comparative fiqh; online trading; Islamic banking*

تمہید و تعارف

اسلام ایک جامع نظامِ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو خصوصاً معاشی اور مالی معاملات کے لیے واضح اصول اور رہنما خطوط فراہم کرتا ہے۔ چونکہ انسانی معاشرہ براہِ راست لین دین، تجارت اور تبادلہٗ اموال سے وابستہ ہے، اس لیے شریعتِ اسلامی نے خرید و فروخت اور معاملات کے باب کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ قرآن و سنت میں جہاں تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے، وہیں مالی معاملات میں غرر (دھوکہ)، ظلم اور استحصال کے تمام دروازے بند کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

انہی اصولی ہدایات کے ضمن میں قبضہ کا تصور سامنے آتا ہے، جو بیع کی صحت اور اس کے اثرات کی تعیین میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی متعدد احادیث میں بعض اشیاء کو قبضہ میں لیے بغیر آگے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس کی بنیاد پر فقہاء نے بیع قبل القبض کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ تاہم، یہ بحث محض نص کے ظاہری مفہوم تک محدود نہیں رہی بلکہ قبضہ کی نوعیت، اس کے معیار، اور عرف و مصالح کے کردار جیسے اجتہادی پہلوؤں تک پھیل گئی۔

فقہ اسلامی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے اربعہ نے بیع قبل القبض کے حکم میں یکساں موقف اختیار نہیں کیا، بلکہ ان کے مابین اختلاف کی بنیاد نصوص کے فہم، قبضہ کے مفہوم، اور اشیاء کی نوعیت پر قائم ہے۔ یہی اجتہادی تنوع فقہ اسلامی کی وسعت اور لچک کی علامت ہے، لیکن عصرِ حاضر کے پیچیدہ مالی نظام میں یہی اختلافات عملی سطح پر کئی نئے سوالات کو جنم دیتے ہیں۔

آج کے دور میں، جب تجارتی معاملات اسٹاک ایکسچینج، آن لائن اور ڈیجیٹل ٹریڈنگ اور اسلامی بینکاری جیسے جدید ادارہ جاتی سانچوں میں انجام پا رہے ہیں، بیع قبل القبض کا مسئلہ مزید اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس تناظر میں ایک ایسے علمی و تحقیقی مطالعہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو کلاسیکی (قدیم) فقہی آراء کو معاصر تطبیقات کے ساتھ جوڑتے ہوئے اس مسئلہ کا جامع اور متوازن حل پیش کرے۔ زیرِ نظر تحریر اسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قرطاسِ قلم کی گئی ہے، جس میں بیع قبل القبض سے متعلق اجتہادی آراء کا فقہی و تطبیقی تجزیہ کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں تجارتی معاملات کی نوعیت تیزی سے تبدیل ہو چکی ہے، جہاں روایتی بازاروں کی جگہ آن لائن ٹریڈنگ پلیٹ فارمز، ڈیجیٹل مارکیٹس اور الیکٹرانک معاہدات نے لے لی ہے۔ ان جدید صورتوں میں بیع اکثر اس مرحلے پر انجام پاتی ہے جب مبیع (فروخت شدہ چیز) خریدار کے حقیقی قبضہ میں نہیں آتی بلکہ محض اکاؤنٹس، ڈیجیٹل انٹریز یا وعدۂ تسلیم و تسلم کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ یہی صورتِ حال بیع قبل القبض کے فقہی حکم کو ایک نئے زاویہ سے زیرِ بحث لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ چنانچہ یہ تحریر کلاسیکی (قدیم) فقہی مباحث کو جدید آن لائن تجارتی نظام سے مربوط کرتے ہوئے یہ جانچنے کی کوشش کرتی ہے کہ آیا ڈیجیٹل اور الیکٹرانک قبضہ فقہی اصولوں کی رو سے معتبر ہے یا نہیں، اور کن حدود و قیود کے ساتھ اسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

بیع اور قبضہ کا مفہوم

بیع کا لغوی معنی

مال کے عوض کسی چیز کو اپنی ملکیت سے خارج کرنا، اور چونکہ لفظِ بیع اضداد میں سے ہے اس لئے مال کے بدلے کسی چیز کو اپنی ملکیت میں داخل کرنا بھی اس کے لغوی معنیٰ کی ترجمانی کرے گا، خلاصہ یہ ہے بیچنا اور خریدنا یہ دونوں بیع کے لغوی معنیٰ ہیں۔

بیع کی شرعی تعریف

مبادلۃ المال بالمال علی وجہ التراضی

یعنی باہمی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا شریعت کی اصطلاح میں بیع کہلاتا ہے۔

آسان الفاظ میں اسلامی شریعت میں بیع ایک ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعے ایک فریق (بائع) کسی معین چیز کو دوسرے فریق (خریدار) کے حق میں منتقل کرنے پر راضی ہوتا ہے، اور خریدار اسے خرید کر قبول کرتا ہے۔

بیع کے جواز کی شرعی حیثیت

اللہ رب العزت نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا: "وَأَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"[1] (اور اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا)

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ بظاہر دونوں ایک جیسے محسوس ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت میں تجارت باہمی رضامندی، دیانت اور نفع عام پر قائم ہوتی ہے، جس سے معاشرے میں بھلائی اور آسانی پیدا ہوتی ہے، جبکہ سود مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ظلم اور استحصال کو جنم دیتا ہے اور انسانی ہمدردی کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی واضح فرق کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو جائز اور سود کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ایک اور مقام پر رب کریم ارشاد فرماتا ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ"[2]

اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیتِ مقدسہ کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "باطل طریقے" سے مراد وہ تمام ذرائع ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جیسے سود، چوری، جوا، دھوکہ دہی، خیانت اور غصب وغیرہ۔ اسی طرح رشوت، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، قرض دبانا، بھتہ خوری اور دیگر گناہ کے کاموں میں اپنے مال کو خرچ کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔

آیتِ مقدسہ میں موجود "باہمی رضامندی" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ خرید و فروخت ناجائز ہے جس میں فریقین کی حقیقی رضا شامل نہ ہو، جیسے جبری قبضہ یا ایسی نیلامی جس میں مالک راضی نہ ہو۔

مزید یہ کہ مال حاصل کرنے کے جائز ذرائع صرف تجارت نہیں بلکہ تحفہ، وصیت اور وراثت بھی ہیں، البتہ تجارت کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ یہ ایک عام اور اختیاری ذریعہ ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے بھی آپس میں بیع یعنی خرید و فروخت کا جواز ملتا ہے۔ چنانچہ تحریر کو طوالت سے بچاتے ہوئے صرف تین احادیثِ مبارکہ پیش کی جا رہی ہیں۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ"

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کے لئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے اور اللہ کے پیغمبر حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے (زرہ بنا کر) کھایا کرتے تھے۔[3]

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَأَنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا) وَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا

[1] البقرۃ: 275

[2] النساء: 29

[3] بخاری، جلد اول کتاب البیوع، حدیث نمبر 1943

رَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟"[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صرف پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا: "اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔" اور فرمایا: "اے ایمان والو! جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اُس میں سے کھاؤ۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور جسم گرد آلود ہے، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: "اے میرے رب! اے میرے رب!"، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام ہے، اور وہ حرام ہی سے پرورش پاتا ہے، تو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجّار بدکار ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے بیع حلال نہیں کی ہے؟ فرمایا: بیع حلال ہے، لیکن یہ لوگ بات کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں، اس میں جھوٹے ہوتے ہیں۔[5]

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اسلامی شریعت میں کسبِ حلال کو نہایت بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور انسان کے لیے افضل ترین رزق وہی ہے جو وہ اپنی ذاتی محنت اور جائز ذرائع سے حاصل کرے؛ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال اس امر کی عملی تائید کرتی ہے کہ انبیائے کرام بھی اپنی محنت سے رزق کمانے کو اختیار فرماتے تھے۔ مزید برآں، یہ اصول بھی متعین کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف طیب اور پاکیزہ مال کو قبول فرماتا ہے، اور یہی معیار اہلِ ایمان کے لیے بھی لازم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مال کا حصول کافی نہیں بلکہ اس کا حلال اور پاکیزہ ہونا بنیادی شرط ہے۔ اسی طرح حدیث میں مذکور اُس شخص کی مثال، جس کی دعا اس کے حرام کھانے، پینے اور لباس کی وجہ سے قبول نہیں ہوتی، اِس حقیقت کو اُجاگر کرتی ہے کہ حرام مال نہ صرف عبادات کی قبولیت میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ انسان کی روحانی و اخلاقی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ مزید یہ کہ باہمی خرید و فروخت کو شریعت نے جائز اور پسندیدہ قرار دیا ہے، تاہم اِس میں جھوٹ، دھوکہ دہی اور جھوٹی قسموں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، تاکہ معاملات میں عدل، شفافیت اور فریقین کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔ لہٰذا اِن تمام نُصوص کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بیوع و معاملات میں حلال، شفاف اور جائز اصولوں کی پابندی نہ صرف ایک شرعی تقاضا ہے بلکہ ایک اخلاقی و روحانی ضرورت بھی ہے، اور یہی اصول بیع قبل القبض جیسے فقہی مسائل کے صحیح فہم کے لیے بنیادی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

بیع کی صحت اور اثرات کا انحصار چونکہ اکثر قبضہ کے وجود پر ہوتا ہے، اِسی وجہ سے اب قبضہ کے مفہوم اور قبضہ کے لوازمات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

قبضہ کی لغوی تعریف

قبضہ عربی زبان کا لفظ ہے جو " قبض " سے ماخوذ ہے۔ قبض کا معنٰی ہے ہتھیلی کے ساتھ کسی چیز کو پکڑنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: " قبض المال ای اخذہ بیدہ " یعنی مال پر ہاتھ کے ذریعے قبضہ کرنا۔ اسی طرح " قبض الید علی الشئ " کا معنٰی ہے، ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑنا۔ بعض اوقات موت کو بھی قبض سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ موت کی وجہ سے بھی انسان مقبوض ہو جاتا ہے۔

---

[4] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، حدیث نمبر: 1015

[5] مسند امام احمد، حدیث عبد الرحمٰن بن شبل، 5/ 288، حدیث: 15530

قبضہ کی اصطلاحی تعریف

فقہائے کرام نے قبضہ کی تعریف یوں کی ہے کہ "معنی القبض ہو التمکین والتخلی وارتفاع الموانع عرفا وعادۃ حقیقۃ" یعنی قبضہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز پر ایسا اختیار اور تصرف دینا کہ اس کے استعمال میں کوئی معروف اور حقیقی رکاوٹ باقی نہ رہے۔[6]

قبضہ کی اقسام

فقہائے کرام نے قبضہ کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔(1) قبضہ حقیقی (2) قبضہ حکمی (3) قبضہ معنوی یعنی دستاویزی قبضہ (4) قبضہ رمزی یعنی ڈیجیٹل قبضہ

قبضہ حقیقی

فقہاء کے نزدیک قبضہ حقیقی وہ ہے جس میں مبیع (فروخت شدہ چیز) کو عملاً اپنے قبضہ اور تصرف میں لے لیا جائے، یعنی حسّی اور مادی طور پر اس پر اختیار حاصل ہو جائے۔ مثلاً منقولہ چیز کو ہاتھ میں لے لینا یا منتقل کرنا، زمین یا مکان میں داخل ہو کر اسے اپنے استعمال میں لے آنا اور مکیلی (ناپی جانے والی) اور موزونی (تولی جانے والی) اشیاء کو ناپ تول کر وصول کرنا۔

قبضہ حکمی

قبضہ حکمی وہ ہے جس میں مبیع کو جسمانی طور پر تو منتقل نہ کیا جائے، مگر عرفاً اور شرعاً تصرف کی مکمل اجازت اور اختیار دے دیا جائے۔ مثلاً تخلیہ و تمکین (مکان خالی کرنا اور قبضہ دے دینا)، گودام کی چابی دے دینا، مال کی حوالگی کا قانونی دستاویز منتقل کرنا اور جدید بینکاری میں کنٹرول کا انتقال یہ سب حکمی قبضہ کی صورتیں ہیں۔

قبضہ معنوی / دستاویزی قبضہ

جدید دور میں ایسی ستاویزات یا اسناد کا ملنا جو قانونی طور پر ملکیت ثابت کریں۔ جیسے بحری ترسیل کی دستاویز، گودام کی رسید قبضہ معنوی کہلاتا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے قرارات میں واضح کیا ہے کہ ایسی دستاویزات جو عرف و قانون میں قبضہ کی حیثیت رکھتی ہوں، فقہی قبضے کے طور پر معتبر ہیں۔

قبضہ رمزی / ڈیجیٹل قبضہ

کرپٹو کرنسی اور ڈیجیٹل اثاثوں کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے اکاؤنٹ میں بٹ کوائن منتقل ہو جائے، تو کیا اِسے شرعی طور پر قبضہ شمار کیا جائے گا یا نہیں۔ علماء کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں، لیکن زیادی مضبوط اور قابلِ قبول رائے یہ ہے کہ اِسے حکمی قبضہ مانا جاتا ہے۔

قبضہ کی شرعی حیثیت

قبضہ شریعتِ اسلامیہ میں محض رسمی عمل نہیں بلکہ ملکیت کے استقرار اور تصرف کے جواز کا بنیادی ذریعہ ہے۔ قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاملات میں قبضہ شرطِ صحت ہے اور بعض میں شرطِ لزوم قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں رہن کے باب میں ارشاد ہے: "فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ"[7]

---

[6] بدائع الصنائع، البیوع، فصل فی الشرط الذی یرجع الی المقود علیہ، 5/138، دار الکتب العلمیہ، 1328ھ، طبعہ اولی

[7] البقرۃ:283

اس آیتِ مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ گروی رکھا گیا مال قبضہ میں دینا ضروری ہے، ورنہ رہن کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "ان رسول اللہ نہی ان یبیع الرجل طعاما حتیٰ یستوفیہ"[8] نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھانے کی چیز قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دے۔

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من اشتری طعاما بکیل او وزن فلا یبعہ حتیٰ یقبضہ"[9] جو شخص کیل یا وزن کے اعتبار سے کھانا خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من اشتری طعاما فلا یبعہ حتیٰ یکتالہ"[10] جو شخص کھانے کی کوئی چیز خریدے وہ کیل کرنے (پیمانہ کے ساتھ ناپنے) سے پہلے فروخت نہ کرے۔

حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں کہ: " کان رسول اللہ یقول: اذا ابتعت طعاما فلا تبعہ حتیٰ یستوفیہ"[11] رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کوئی غلہ خریدو تو اسے پورا قبضہ میں لینے سے پہلے نہ فروخت کرو۔

حضرتِ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ " قلت یا رسول اللہ انی اشتریت بیوعا فما یحل لی منہا وما یحرم علی؟ قال: فاذا اشتریت فلا تبعہ حتیٰ یقبضہ"[12] میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں خرید و فروخت کے معاملات کرتا رہتا ہوں تو میرے لئے اس میں کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ فرمایا: کہ جب تم کوئی چیز خرید لو تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت نہ کرو۔

نبی رحمت ﷺ کے اصحاب کا بھی اسی بات پر عمل کرنا ثابت ہے کہ مال پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرتِ نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ خریدے ہوئے غلہ کو بازار میں اسی جگہ فروخت نہیں کرتے تھے بلکہ اسے منتقل کرتے تھے۔ یہ عملی تعامل اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کے نزدیک قبضہ حقیقی معنی رکھتا تھا۔[13]

متذکرہ بالا تمام احادیثِ مبارکہ سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ قبضہ سے پہلے مکمل اور مستحکم ملکیت حاصل نہیں ہوتی، اور قبل از قبضہ فروخت میں نزاع اور غرر کا اندیشہ رہتا ہے۔ لہٰذا مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت نہیں کرنا چاہئے۔

فقہی طور پر "قبضہ" کو آسان الفاظ میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جب کوئی چیز حقیقت میں آپ کے کنٹرول میں آجاتی ہے تو وہی قبضہ کہلاتا ہے، اور یہی چیز آپ کی ملکیت کو مضبوط اور واضح بناتی ہے۔ بعض معاملات میں قبضہ ضروری ہوتا ہے، جیسے رہن میں، جبکہ کچھ معاملات میں یہ ملکیت کو مکمل اور پختہ کرنے کے لیے شرط بنتا ہے، جیسے کھانے پینے کی چیزوں کی خرید و فروخت میں۔ دراصل قبضہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ لین دین میں

---

[8] بخاری، البیوع، باب مایذکر فی بیع الطعام، 2/750، دار الیمامہ، 1441ھ، طبعہ خامسہ

[9] مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، 5/296، دار الحدیث، 1416ھ، طبعہ اولیٰ

[10] مسلم، البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، 5/8، دار الطباعہ العامرۃ ترکیا، 1334ھ

[11] مسلم، البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، 5/9، دار الطباعہ العامرۃ ترکیا، 1334ھ

[12] کنز العمال، البیوع، محظوراتہ بیع مالم یقبض، 4/157، مؤسسۃ الرسالۃ، 1405ھ، الطبعۃ الخامسۃ

[13] مالک بن انس، الموطأ، کتاب البیوع، حدیث: 1429

کسی قسم کا جھگڑا، دھوکہ یا ابہام باقی نہ رہے، بلکہ ہر چیز واضح اور محفوظ ہو جائے۔ اس طرح شریعت قبضہ کے ذریعے معاملات کو منظم بناتی ہے اور لوگوں کے حقوق کو بہتر طریقے سے محفوظ کرتی ہے۔

فقہائے کرام کی آراء

ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔ فقہائے کرام کا اس مسئلے پر اصولی اتفاق ہے، اگرچہ بعض تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک جس چیز پر حقیقی قبضہ نہ ہو، اسے فروخت کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں غرر اور نزاع کا اندیشہ ہوتا ہے۔

چونکہ احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ سے یہ امر واضح ہو چکا کہ قبضہ سے پہلے فروخت کی ممانعت نصوصِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ تاہم ان نصوص کے فہم، ان کی علت کی تعیین، اور ان کے عموم و خصوص کے تعین میں فقہائے امت کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ یہی اختلاف بعد میں ائمہ اربعہ کے فقہی مناہج میں نمایاں صورت اختیار کر گیا۔ چنانچہ اب مناسب ہے کہ ان ائمہ کرام کے اپنے الفاظ میں ان کا موقف نقل کیا جائے تاکہ مسئلہ کی اصل فقہی جہت واضح ہو سکے۔

فقہِ حنفی میں بیع قبل القبض

فقہِ حنفی میں بیع قبل القبض کے مسئلہ کو نہایت منظم اور دقیق انداز میں بیان کیا گیا ہے، جہاں اموال کی نوعیت (منقولہ اور غیر منقولہ) کے اعتبار سے واضح تفریق کی گئی ہے۔ احناف کے نزدیک یہ حکم اس لیے ہے کہ ذمہ داری (ضمان) کب پختہ ہوتی ہے اور کسی کو نقصان ہونے کا امکان ہے یا نہیں۔

منقولہ اموال

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک منقولہ اشیاء، جیسے اناج، کپڑا اور دیگر سامان، میں قبضہ سے پہلے بیع ناجائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اشیاء کا ضمان قبضہ کے ساتھ مستحکم ہوتا ہے۔ جب تک مبیع بائع کے قبضہ میں رہتی ہے، اس کے تلف ہونے کی صورت میں عقد ختم ہو جاتا ہے، جس سے دوسرے خریدار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے[14]

غیر منقولہ اموال

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین، مکان اور دیگر غیر منقولہ جائیداد میں قبضہ سے پہلے بیع جائز ہے، کیونکہ ان کے ضائع ہونے کا امکان نہایت کم ہوتا ہے اور ان کا ضمان عقد کے ساتھ ہی منتقل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر یہاں ضرر اور نزاع کا احتمال کم رہتا ہے۔[15]

امام محمد اور امام ابو یوسف کا اختلاف

امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک غیر منقولہ اموال میں بھی قبضہ سے پہلے بیع کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، اگرچہ اسے ناجائز نہیں کہا گیا۔ ان کے نزدیک احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قبضہ کے بعد ہی بیع کی جائے تاکہ ہر قسم کے ممکنہ نقصان اور اختلاف سے بچا جا سکے۔[16]

فقہ حنفی میں اصل بحث ضمان اور قبضہ کے تعلق پر قائم ہے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

---

[14] الہدایہ، کتاب البیوع؛ بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۴۸

[15] المبسوط، جلد ۱۳، صفحہ ۹؛ بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۴۹

[16] بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۴۹؛ رد المحتار، جلد ۵، صفحہ ۱۴۴

"لأن الملك يثبت بالعقد، ولكن الضمان لا ينتقل إلا بالقبض، فكان البيع قبل القبض ربح ما لم يضمن"[17]

ملکیت تو عقد کے ذریعے ثابت ہو جاتی ہے، لیکن ضمان قبضہ کے بغیر منتقل نہیں ہوتا، لہٰذا قبضہ سے پہلے فروخت کرنا ایسے نفع کے مترادف ہے جس میں ضمان شامل نہیں۔

اسی طرح علامہ کاسانی تصریح کرتے ہیں:

"وأما بيع المنقول قبل القبض فلا يجوز؛ لأنه يؤدي إلى ربح ما لم يضمن"[18]

یعنی منقول چیز کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اس نفع تک پہنچاتا ہے جو ضمان کے بغیر ہو۔ فقہِ حنفی میں اصل بات یہ سمجھی جاتی ہے کہ ملکیت اور ذمہ داری (ضمان) ایک ساتھ منتقل نہیں ہوتیں۔ عقد (معاہدہ) ہوتے ہی چیز خریدار کی ہو تو جاتی ہے، لیکن اس کی ذمہ داری اُس وقت تک منتقل نہیں ہوتی جب تک وہ چیز اس کے قبضے میں نہ آجائے۔ اسی لیے اگر کوئی شخص قبضہ سے پہلے ہی چیز آگے بیچ دے تو یہ ایسے نفع کے برابر ہے جس میں اس نے ابھی تک ذمہ داری اٹھائی ہی نہیں۔

اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے احناف کہتے ہیں کہ خاص طور پر منقولہ چیزوں (جیسے سامان وغیرہ) کو قبضہ سے پہلے بیچنا درست نہیں، کیونکہ اس میں نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اور آدمی ایسی چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کی ذمہ داری اس نے لی ہی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اصل مسئلہ یہی ہے کہ ذمہ داری کب منتقل ہوتی ہے، اور اسی بنیاد پر بعض صورتوں میں غیر منقولہ جائیداد کے لیے کچھ نرمی کی گئی ہے۔

احناف کے نزدیک اہم قاعدہ

[19]"التخلية بين المبيع والمشتري تقوم مقام القبض"

احناف کے نزدیک قبضہ صرف ہاتھ سے چیز پکڑنے کا نام نہیں، بلکہ اگر بیچنے والا (بائع) خریدار کو مکمل اختیار دے دے کہ "یہ چیز تمہاری ہے، جب چاہے لے جاؤ" اور خود اس سے الگ ہو جائے، تو یہ بھی قبضہ ہی شمار ہوتا ہے۔ یعنی جب راستہ صاف ہو جائے اور خریدار کو چیز لینے کی پوری آزادی مل جائے، تو اسے قبضہ حکمی (قانونی قبضہ) کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں خریدار اس چیز کو آگے بیچ بھی سکتا ہے۔

فقہِ مالکی میں بیع قبل القبض

فقہِ مالکی میں اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے اشیاء کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں اور دیگر چیزیں

کھانے پینے کی چیزیں

امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے نزدیک کھانے پینے کی چیزوں کو قبضہ سے پہلے بیچنا بالکل جائز نہیں۔ چاہے خریدار کو مکمل اجازت بھی دے دی جائے (قبضِ تخلیہ ہو جائے)، تب بھی آگے بیچنے کی اجازت نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں خاص طور پر طعام کے بارے میں سختی سے ممانعت آئی ہے، اس لیے اس میں کوئی نرمی نہیں کی جاتی۔[20]

---

[17] السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، بیروت: دار المعرفۃ، 13/8

[18] الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 5/148

[19] بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۲۴۴

[20] الموطأ امام مالک، کتاب البیوع؛ بدایۃ المجتہد، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷

غیر طعام یعنی دیگر اشیاء

کھانے پینے کے علاوہ دوسری چیزوں میں امام مالک کے نزدیک قبضہ سے پہلے بیچنا درست نہیں، بلکہ گناہ ہے، لیکن اگر بیچ دیا جائے تو بیع ہو جاتی ہے (یعنی معاہدہ ٹوٹتا نہیں)۔ اس لحاظ سے یہ موقف احناف کے مقابلے میں کچھ نرم ہے۔[21]

امام ابنِ رشد

امام ابن رشد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سختی اس لیے ہے کہ یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہیں، اس لیے ان میں احتیاط زیادہ کی گئی ہے، جبکہ دوسری اشیاء میں یہ وجہ کمزور ہے، اس لیے وہاں کچھ نرمی رکھی گئی ہے۔ ابن رشد اس اختلاف کو یوں بیان کرتے ہیں:

"وسبب اختلافهم: هل النهي خاص بالطعام أم هو عام في كل شيء؟"[22]

فقہاء کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا یہ ممانعت صرف طعام کے ساتھ خاص ہے یا ہر چیز کو شامل ہے؟

امام مالک سے مؤطا میں منقول ہے کہ طعام کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔[23] مالکیہ کے ہاں سدّ الذرائع اور عرف کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے، اسی لیے وہ بعض اشیاء میں عرفی قبضہ کو معتبر قرار دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کھانے پینے کی چیزوں میں سختی ہے (بالکل منع)، جبکہ دوسری چیزوں میں کچھ نرمی ہے (گناہ تو ہے مگر بیع ہو جاتی ہے)۔

فقہ شافعی میں بیع قبل القبض

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف اس مسئلے میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ ان کے نزدیک کوئی بھی چیز ہو، چاہے سامان ہو یا زمین، کھانے کی ہو یا نہ ہو، اسے قبضہ میں لینے سے پہلے آگے بیچنا جائز نہیں۔ بلکہ اگر ایسا کیا جائے تو وہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتی، یعنی معاہدہ ہی منعقد نہیں ہوتا۔ فقہ شافعی میں حکم زیادہ عموم کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ امام شافعی الام میں فرماتے ہیں:

"ولا يجوز بيع ما اشتراه حتى يقبضه"[24]

یعنی جس چیز کو خریدا گیا ہو، اسے قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔

امام نووی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"يشترط القبض في كل مبيع قبل بيعه، سواء كان طعامًا أو غيره، وهذا لا خلاف فيه عندنا"[25]

یعنی ہر مبیع میں قبضہ شرط ہے، خواہ وہ طعام ہو یا کوئی اور چیز، اور اس میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

شافعیہ حدیثِ حکیم بن حزام کے عموم اور حدیثِ طعام پر قیاس سے استدلال کرتے ہیں، اور علت کو غرر اور ضمان دونوں سے مربوط کرتے ہیں۔

فقہِ حنبلی میں بیع قبل القبض

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف کافی حد تک امام شافعی کے قریب ہے۔ ان کے نزدیک منقولہ چیزوں (جیسے سامان وغیرہ) کو قبضہ سے پہلے بیچنا جائز نہیں، چاہے وہ کھانے کی چیز ہو یا نہ ہو۔ البتہ غیر منقولہ چیزوں (جیسے زمین یا مکان) کے بارے میں دو رائیں ملتی ہیں: ایک کے مطابق یہاں

---

[21] بدایۃ المجتہد، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷؛ الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی، جلد ۳، صفحہ ۲۳۴

[22] ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 161/2

[23] مالک بن انس، الموطأ، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل أن یستوفی

[24] الشافعی، محمد بن ادریس، الام، بیروت: دار المعرفۃ، 39/3

[25] النووی، یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المہذب، بیروت: دار الفکر، 247/9

بھی قبضہ ضروری ہے، جبکہ دوسری میں کچھ نرمی ہے۔ لیکن زیادہ مضبوط بات یہی سمجھی جاتی ہے کہ ہر صورت میں قبضہ کر لینا بہتر اور محفوظ طریقہ ہے۔

ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں:

"ولا يجوز بيع المبيع قبل قبضه إن كان مما ينقل"[26]

یعنی اگر مبیع منقول اشیاء میں سے ہو تو اسے قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔

ایک اور مقام پر وہ تصریح کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد حدیث ابن عمر اور حدیث حکیم بن حزام ہیں۔[27]

حنابلہ کے نزدیک بھی قبضہ کے بغیر فروخت میں "ربح مالم یضمن" کا پہلو پایا جاتا ہے، جو ممنوع ہے۔

ان نصوص اور عبارات کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ تعبیرات مختلف ہیں، مگر جمہور فقہاء کے ہاں اصل علت ضمان اور غرر سے متعلق ہے۔ اختلاف دراصل اس امر میں ہے کہ آیا حدیثِ طعام موردِ خاص ہے یا علت کی بنا پر عام، اور قبضہ کی تعیین کس معیار پر ہو گی۔ یہی اصولی اختلاف عصرِ حاضر کے تجارتی معاملات میں نئی صورتوں کے اجتہاد کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

اختلاف کی وضاحت

بیع قبل القبض کے مسئلے میں فقہی مذاہب کا اختلاف دراصل چند بنیادی باتوں کو سمجھنے کے فرق کی وجہ سے ہے، نہ کہ قرآن و سنت میں کسی تضاد کی وجہ سے۔ سب سے پہلے، کچھ فقہاء (احناف و مالکیہ) اُن احادیث کو جو "طعام" کے بارے میں ہیں خاص سمجھتے ہیں، یعنی یہ حکم صرف غذائی اشیاء تک محدود ہے، جبکہ شوافع و حنابلہ اِسے عام مانتے ہیں اور ہر چیز پر لاگو کرتے ہیں، اس لیے اِن کے ہاں ممانعت کا دائرہ زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح "ضمان" (ذمہ داری) کے مسئلے میں بھی فرق ہے، احناف منقولہ اور غیر منقولہ چیزوں میں فرق کرتے ہیں، جبکہ شوافع اس فرق کو زیادہ اہم نہیں سمجھتے، اس لیے ان کے اصول زیادہ عمومی ہو جاتے ہیں۔

دوسری طرف اصل اختلاف اس بات میں بھی ہے کہ ممانعت کی وجہ (علت) کیا ہے اور قبضہ کیسے مکمل ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک اصل مسئلہ یہ ہے کہ چیز خریدار کے ذمہ (ضمان) میں آئے، جبکہ شوافع کے نزدیک اصل چیز یہ ہے کہ اس پر مکمل قبضہ ہو، صرف ملکیت کافی نہیں۔ اِسی طرح احناف و مالکیہ کے نزدیک اگر کسی چیز پر عملی کنٹرول مل جائے (تخلیہ)، تو وہ قبضہ کے برابر ہے، جبکہ شوافع و حنابلہ کے نزدیک حقیقی یا واضح قبضہ ضروری ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سب مذاہب اِن ہی نصوص کو مانتے ہیں، لیکن ان کے سمجھنے اور لاگو کرنے کے طریقے مختلف ہیں، اور یہی فرق فقہ میں وسعت اور لچک پیدا کرتا ہے۔

بیع قبل القبض کی ممانعت: فقہی حکمتیں اور اقتصادی فلسفہ

غرر کا خاتمہ

غرر کا مطلب ہے کسی معاملے میں خطرہ یا دھوکا ہونا۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے لین دین سے منع فرمایا ہے جس میں غیر یقینی صورت ہو۔ یہی اصول بیع قبل القبض پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ جب کوئی چیز ابھی خریدار کے قبضے میں نہ ہو تو اس میں شک اور خطرہ ہوتا ہے، مثلاً کیا وہ چیز صحیح حالت میں ہے؟ کیا بیچنے والا واقعی وہ چیز دے سکے گا؟ کیا اس کی وہی خصوصیات ہیں جو بتائی گئی ہیں؟ یہ سب باتیں معاملے کو غیر یقینی بنا دیتی ہیں، جسے غرر کہتے ہیں۔

---

[26] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 4/87

[27] ایضاً، 4/88

آج کے دور میں اس کی ایک مثال اسٹاک مارکیٹ ہے، جہاں بعض اوقات لوگ ایسی چیز پر سودا کرتے ہیں جس کا مستقبل واضح نہیں ہوتا، جیسے تیل کی قیمت چند مہینوں بعد کیا ہوگی۔ ایسی صورتیں بعض اوقات جُوا (قمار) کے قریب ہو جاتی ہیں، جو اسلام میں منع ہے۔

الخراج بالضمان: نفع اور ذمہ داری کا توازن

حدیثِ مبارکہ میں ہے: "الخراج بالضمان"[28] یہ ایک اہم اسلامی اصول ہے جو حدیثِ مبارکہ سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے کہ نفع اُسی کو ملتا ہے جو ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ یعنی جب تک خریدار کسی چیز کو اپنے قبضے میں نہیں لیتا، اُس کی ذمہ داری بیچنے والے پر ہی رہتی ہے۔ اگر اس دوران وہ چیز خراب ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو نقصان بھی بیچنے والے کا ہوگا، خریدار کا نہیں۔ اِسی لیے خریدار اُس چیز سے فائدہ (منافع) حاصل کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا، کیونکہ اُس نے ابھی تک اُس کی ذمہ داری نہیں اٹھائی۔ آسان الفاظ میں جب تک رسک (خطرہ) نہ ہو، تب تک نفع کا حق بھی نہیں ہوتا۔

آج کے دور میں بھی یہی اصول سمجھ آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر کسی حقیقی ذمہ داری کے صرف کاغذی لین دین کے ذریعے منافع کمائے تو یہ درست نہیں۔

سماجی انصاف اور قیمتوں کا استحکام

سماجی انصاف اور قیمتوں کے استحکام کے لیے نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک اہم اصول نافذ فرمایا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ تاجر اناج کو ابھی مکمل طور پر اپنے قبضے میں لیے بغیر ہی آگے فروخت کر دیتے تھے، جس سے بازار میں مصنوعی مہنگائی پیدا ہوتی تھی اور عام لوگوں کو چیزیں مہنگی ملتی تھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے پابندی لگا دی تاکہ تجارت حقیقی بنیادوں پر ہو اور قیمتیں قدرتی طور پر متوازن رہیں۔ آج کی اسٹاک مارکیٹ میں بھی بعض اوقات ایسی ہی صورتحال نظر آتی ہے، جہاں ایک ہی چیز بہت کم وقت میں بار بار خریدی اور بیچی جاتی ہے، جس سے قیمتیں آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہیں اور آخر کار اصل خریدار کو مہنگا سودا کرنا پڑتا ہے۔ اسلامی اصول ایسی غیر حقیقی اور مصنوعی طریقوں سے ہونے والی تجارت کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں تاکہ معاشرے میں انصاف قائم رہے۔

حقیقی معیشت کو تقویت

حقیقی معیشت کو مضبوط بنانا اسلامی معیشت کا ایک بنیادی اصول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مالی معاملات حقیقی اشیاء اور اصل تجارت سے جڑے ہوں، نہ کہ صرف کاغذی لین دین پر قائم ہوں۔ اسی لیے اسلام میں بیع قبل القبض سے منع کیا گیا ہے، یعنی جب تک کوئی چیز واقعی طور پر اپنے قبضے میں نہ آجائے، اسے آگے فروخت نہ کیا جائے۔ اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ ہر خرید و فروخت کے پیچھے ایک حقیقی چیز اور حقیقی لین دین موجود ہو، محض کاغذی یا فرضی نہ ہو۔

آج کی دنیا میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مالی لین دین (پیسے کا گھومنا) حقیقی چیزوں (جیسے سامان اور خدمات) کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ یعنی کاغذی یا فرضی معیشت، اصل معیشت سے بڑی ہو چکی ہے۔ اسلام اس رجحان کو پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے اسلام میں بیع قبل القبض سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معیشت حقیقی چیزوں پر قائم رہے، نہ کہ صرف کاغذی لین دین پر، تاکہ نظام مضبوط، متوازن اور انصاف پر مبنی رہے۔

---

[28] سنن ابی داؤد، حدیث ۳۵۰۸؛ جامع ترمذی، حدیث ۱۲۸۵؛ سنن ابن ماجہ، حدیث ۲۲۴۳

جدید کاروبار میں بیع قبل القبض: تفصیلی تجزیہ

آن لائن تجارت میں بیع قبل القبض کا مسئلہ کئی نئی شکلوں کی صورت میں سامنے آتا ہے، جن کا درست فقہی تجزیہ ضروری ہے تاکہ حلال و حرام کی واضح حد قائم رہے۔

صورتِ اوّل: اسٹاک سے چیز بیچنا

پہلی صورت وہ ہے جس میں سیلر کے پاس چیز پہلے سے موجود ہوتی ہے اور وہ اس کا مالک اور قابض ہوتا ہے۔ جب گاہک آرڈر دیتا ہے تو سیلر اپنے اسٹاک میں سے چیز فراہم کرتا ہے، اگرچہ اس کی ترسیل میں چند دن لگ سکتے ہیں۔ فقہی اعتبار سے یہ صورت جائز ہے، کیونکہ یہاں بیع کسی ایسی چیز پر نہیں ہو رہی جو غیر موجود ہو بلکہ موجودہ چیز کی بیع ہو رہی ہے، تاہم تاخیر صرف ڈیلیوری میں ہے، جسے تاخیرِ تسلیم کہا جاتا ہے اور یہ شرائط کے ساتھ درست ہے۔

دوسری صورت: چیز بغیر رکھے بیچنا (ڈراپ شپنگ)

دوسری صورت ڈراپ شپنگ کی ہے، جس میں سیلر کے پاس نہ تو چیز موجود ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر اس کا قبضہ ہوتا ہے، بلکہ وہ گاہک سے آرڈر لینے کے بعد کسی تیسرے فریق سے وہ چیز منگوا کر سیدھا گاہک کو بھجوا دیتا ہے۔ یہ صورت اپنی اصل شکل میں ناجائز ہے، کیونکہ اس میں سیلر ایسی چیز فروخت کر رہا ہوتا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس پر اس کا قبضہ ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا: "جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت نہ کرو" اس لیے یہ بیع قبل القبض اور بیع مالیس عندک کے زمرے میں آتی ہے۔

البتہ ڈراپ شپنگ کو بعض شرائط کے ساتھ جائز صورت میں بدلا جا سکتا ہے۔ اگر سیلر خود فروخت کرنے والا نہ بنے بلکہ اصل مالک کی طرف سے بطور وکیل کام کرے اور گاہک کو واضح طور پر بتا دے کہ وہ صرف بیچنے والا ہے اور اپنی خدمات کے عوض کمیشن لے رہا ہے، تو یہ معاملہ جائز ہو جاتا ہے، کیونکہ اصل بیع مالک کی طرف سے ہو رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر معاملہ بیع سلم کی شرائط کے مطابق ہو، یعنی چیز کی مکمل تفصیل، مقدار، قیمت اور ڈیلیوری کا وقت پہلے سے طے ہو اور قیمت پیشگی ادا کی جائے، تو یہ بھی ایک جائز صورت بن سکتی ہے۔ مزید محفوظ طریقہ یہ ہے کہ سیلر پہلے خود چیز خرید کر اپنے قبضے میں لے اور پھر اسے گاہک کو فروخت کرے، کیونکہ اس میں بیع قبل القبض کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی معیشت میں اصل اصول یہی ہے کہ خرید و فروخت حقیقی ملکیت اور قبضہ پر مبنی ہو۔ جس تجارت میں یہ عناصر موجود ہوں وہ جائز ہے، اور جس میں یہ نہ ہوں وہ ناجائز کے قریب ہو جاتی ہے۔ جدید ای کامرس میں بھی اسی اصول کو سامنے رکھ کر معاملات کو ترتیب دیا جائے تو تجارت شریعت کے مطابق اور محفوظ ہو سکتی ہے۔

صورتِ سوم: پیشگی آرڈر

آن لائن تجارت میں ایک اہم صورت پیشگی آرڈر کی ہے، جس میں گاہک کسی ایسی چیز کا آرڈر دیتا ہے جو ابھی موجود نہیں ہوتی، بلکہ بعد میں تیار یا فراہم کی جاتی ہے، جیسے کوئی نیا فون ماڈل، کارخانہ میں کسی چیز کی تیاری کا آرڈر، یا شائع ہونے والی کتاب۔ بظاہر یہ صورت غیر موجود چیز کی بیع معلوم ہوتی ہے، لیکن فقہِ اسلامی میں اس کی گنجائش مخصوص عقود کے تحت موجود ہے۔

فقہی اعتبار سے یہ معاملہ عموماً بیع سلم یا بیعِ استصناع کے تحت آ سکتا ہے۔ اگر معاملہ اس نوعیت کا ہو کہ گاہک مکمل قیمت پیشگی ادا کرے اور چیز کی تمام تفصیلات جیسے مقدار، معیار، خصوصیات اور ترسیل کا وقت واضح طور پر طے کر دی جائیں، تو یہ بیعِ سلم کہلائے گا، جو شریعت میں جائز ہے۔ اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ کوئی ابہام یا غیر یقینی صورت باقی نہ رہے اور چیز مقررہ وقت پر فراہم کی جائے۔

دوسری طرف اگر معاملہ کسی چیز کے تیار کرنے یا بنانے سے متعلق ہو، جیسے مخصوص ڈیزائن کا سامان، فرنیچر یا کوئی صنعتی پروڈکٹ، تو یہ بیعِ استصناع کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں یہ گنجائش ہوتی ہے کہ قیمت مکمل پیشگی ادا نہ کی جائے بلکہ مرحلہ وار بھی دی جاسکتی ہے، تاہم چیز کی نوعیت، معیار اور تکمیل کا وقت واضح ہونا ضروری ہے۔

اس طرح پیشگی آرڈر کی صورت مطلقاً ناجائز نہیں، بلکہ اگر اسے بیعِ سلم یا استصناع کی شرائط کے مطابق ترتیب دیا جائے تو یہ ایک جائز اور قابلِ قبول معاملہ بن جاتا ہے۔ البتہ اگر ان شرائط کو پورا نہ کیا جائے اور غیر یقینی یا دھوکے کی صورت پیدا ہو جائے تو پھر یہ معاملہ ناجائز کے قریب ہو سکتا ہے۔

اسٹاک مارکیٹ (حصص کی منڈی) میں بیع قبل القبض: تفصیلی فقہی جائزہ

جدید مالیاتی نظام میں حصص کی منڈی ایک نہایت اہم اور پیچیدہ شعبہ بن چکی ہے، جہاں خرید و فروخت کے طریقے روایتی تجارت سے کافی مختلف ہیں۔ ان جدید صورتوں میں بیع قبل القبض کے مسائل خاص طور پر نمایاں ہوتے ہیں، جن کا فقہی تجزیہ نہایت ضروری ہے تاکہ شرعی حدود کی درست تعیین کی جاسکے۔

حصص کی عام خرید و فروخت میں یہ صورت پیش آتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کمپنی کے حصص خریدتا ہے تو قانونی طور پر اس کی ملکیت تو اسی وقت منتقل ہو جاتی ہے، لیکن عملی طور پر وہ حصص اس کے کھاتے میں منتقل ہونے میں کچھ وقت لیتے ہیں، جو عموماً دو کاروباری دن ہوتے ہیں۔ اس درمیانی مدت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا خریدار ان حصص کو آگے فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ مکمل اندراج میں تاخیر ہوتی ہے، لیکن چونکہ ملکیت منتقل ہو چکی ہوتی ہے اور بروکر کے ذریعے قبضہ حکمی حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے اس مدت کے اندر فروخت کو بیع قبل القبض قرار نہیں دیا جائے گا۔ مزید یہ کہ تجارتی دنیا میں یہ طریقہ ایک تسلیم شدہ عرف بن چکا ہے، اور اسلامی فقہ میں عرف کو معتبر مانا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے کسی صریح حکم کے خلاف نہ ہو۔

دوسری صورت وہ ہے جسے عرفِ عام میں "ادھار لے کر بیچنا" کہا جاسکتا ہے، جس میں سرمایہ کار کسی بروکر سے حصص بطور قرض لیتا ہے اور فوراً انہیں فروخت کر دیتا ہے، اس نیت سے کہ بعد میں جب قیمت کم ہو جائے تو وہی حصص خرید کر واپس کر دے اور درمیانی فرق کو نفع کے طور پر حاصل کرے۔ فقہی اعتبار سے یہ صورت ناجائز ہے، کیونکہ اس میں دو بڑی خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ فروخت ایسی چیز کی ہو رہی ہے جو فروخت کنندہ کی ملکیت میں نہیں، جو بیع قبل القبض اور بیع مالیس عندک کے زمرے میں آتی ہے۔ اور دوسری یہ کہ قرض لی ہوئی چیز کو بیچنا بذاتِ خود ایک اشکال رکھتا ہے، کیونکہ قرض کا تقاضا یہ ہے کہ وہ واپس کیا جائے، نہ کہ اس میں تصرف کر کے منافع کمایا جائے۔ اس بنا پر معاصر فقہی اداروں، خصوصاً (ایوفی) نے اس طریقہ کار کو ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کا کوئی مکمل اسلامی متبادل تاحال تسلیم شدہ صورت میں موجود نہیں، اگرچہ بعض اہلِ علم نے اس کے جائز متبادل کی کوششیں کی ہیں۔

تیسری صورت وہ ہے جس میں سرمایہ کار اپنی اصل رقم سے بڑھ کر حصص خریدنے کے لیے بروکر سے قرض حاصل کرتا ہے۔ اس طریقہ کار میں بظاہر خرید و فروخت تو حقیقی ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس میں قرض پر اضافی رقم (سود) ادا کی جاتی ہے، اس لیے یہ ربا کے زمرے میں آجاتا ہے، جو کہ صراحتاً حرام ہے۔ اسلامی مالیات میں اس کے متبادل کے طور پر بعض اوقات مرابحہ کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے، جس میں سود کے بجائے خرید و فروخت کے اصول کو اختیار کیا جاتا ہے، تاہم اس کے لیے بھی سخت شرعی شرائط کی پابندی ضروری ہوتی ہے تاکہ یہ معاملہ محض نام کی تبدیلی نہ ہو بلکہ حقیقتاً ایک جائز عقد کی صورت اختیار کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حصص کی منڈی میں ہونے والی ہر قسم کی تجارت کو ایک ہی حکم میں نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ ہر صورت کا الگ الگ فقہی جائزہ ضروری ہے۔ جہاں حقیقی ملکیت، قبضہ حکمی اور شفافیت موجود ہو وہاں گنجائش پیدا ہوتی ہے، جبکہ جہاں ان اصولوں کی خلاف ورزی ہو، خصوصاً بیع قبل القبض، قرض پر نفع یا غیر حقیقی معاملات پائے جائیں، وہاں ایسی تجارت شرعاً ناجائز قرار پاتی ہے۔

پیشگی معاہدات: تفصیلی فقہی تجزیہ

جدید مالیاتی نظام میں ایک اہم صورت وہ معاہدات ہیں جن میں کسی چیز کی قیمت آج طے کر لی جاتی ہے، جبکہ اس کی حوالگی مستقبل میں ہونا ہوتی ہے۔ ان معاہدات میں دونوں فریق اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ مقررہ وقت پر اسی طے شدہ قیمت کے مطابق معاملہ مکمل کریں، چاہے اس دوران بازار کی قیمت میں کتنا ہی اتار چڑھاؤ کیوں نہ آ جائے۔ بظاہر یہ ایک منظم اور محفوظ طریقہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اسلامی فقہ کی روشنی میں اس کے کئی پہلو قابلِ غور ہیں۔

فقہی اعتبار سے اس نوعیت کے معاہدات میں سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ اکثر اوقات جس چیز کا سودا کیا جا رہا ہوتا ہے، وہ نہ تو فروخت کنندہ کے قبضہ میں ہوتی ہے اور نہ ہی خریدار کے، بلکہ محض ایک وعدہ اور معاہدہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ صورت بیع قبل القبض اور بعض اوقات بیع مالیس عندک کے قریب ہو جاتی ہے، جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ دوسری اہم خرابی غرر (غیر یقینی صورت حال) کی ہے، کیونکہ مستقبل کی قیمت کا علم یقینی نہیں ہوتا، اور اس بنیاد پر معاہدہ کرنا ایک طرح کی غیر واضح اور خطرے سے بھرپور صورت پیدا کرتا ہے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ عملی طور پر ان معاہدات میں اکثر فریقین کا مقصد حقیقی خرید و فروخت نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف قیمتوں کے فرق سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، جو اسے قمار (جوا) سے مشابہ بنا دیتا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر عمومی صورت میں اس طرح کے معاہدات کو فقہاء ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان میں حقیقی ملکیت، قبضہ اور سنجیدہ تجارتی مقصد کا فقدان پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی فقہ میں ایک متبادل صورت بیع سَلَم کی موجود ہے، جو بظاہر اسی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے، مگر اس میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس کے تمام اصول واضح اور منضبط ہیں۔

بیع سَلَم میں بھی قیمت آج طے کی جاتی ہے اور چیز بعد میں فراہم کی جاتی ہے، لیکن اس میں چند لازمی شرائط ہوتی ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ پوری قیمت مجلسِ عقد میں پیشگی ادا کی جاتی ہے، تاکہ معاملہ محض ادھار کے بدلے ادھار نہ بن جائے۔ مزید یہ کہ جس چیز کا سودا ہو رہا ہے، اس کی تمام خصوصیات جیسے مقدار، معیار، نوعیت اور حوالگی کا وقت واضح طور پر متعین کی جاتی ہیں، تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس معاملے کا مقصد حقیقی طور پر چیز حاصل کرنا ہوتا ہے، نہ کہ صرف قیمتوں کے فرق سے فائدہ اٹھانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں جدید معاہدات میں غیر یقینی، غیر حقیقی اور محض کاغذی لین دین کا پہلو غالب ہو، وہاں شریعت ان کی اجازت نہیں دیتی۔ اس کے برعکس جہاں معاملات واضح، حقیقی اور ذمہ داری پر مبنی ہوں، جیسا کہ بیع سَلَم میں ہے، وہاں اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ ایک منظم اور منصفانہ تجارتی نظام کی رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔

کرپٹو کرنسی: جدید فقہی بحث

عصرِ حاضر میں کرپٹو کرنسی ایک نئی اور پیچیدہ مالی حقیقت کے طور پر سامنے آئی ہے، جس نے اسلامی فقہ کے لیے کئی بنیادی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ ان میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آیا کرپٹو کرنسی کو شرعاً "مال" قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ کسی چیز کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لیے اس کا مال ہونا بنیادی شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیع قبل القبض، غرر اور دیگر مالی اصولوں کا اطلاق بھی اس میدان میں خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے۔

کرپٹو کرنسی کی عام خرید و فروخت کی ایک صورت وہ ہے جس میں کوئی شخص کسی پلیٹ فارم کے ذریعے فوری طور پر کرنسی خرید تا ہے اور اسے اپنے ڈیجیٹل اکاؤنٹ میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اس صورت میں اگر خریدار کو اپنے اکاؤنٹ پر مکمل اختیار حاصل ہو اور وہ جب چاہے اس کرنسی کو منتقل یا استعمال کر سکے، تو اکثر علماء اس کو قبضہ حکمی قرار دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر وہ اس کرنسی کو اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں منتقل کر لے، جہاں اس کا مکمل کنٹرول ہو اور کسی تیسرے فریق کا عمل دخل نہ ہو، تو یہ قبضہ حقیقی کے زیادہ قریب سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر اس صورت میں بیع قبل القبض کا اشکال کم ہو جاتا ہے، بشرطیکہ دیگر شرعی شرائط بھی پوری ہوں۔

اس کے برعکس ایک اور صورت وہ ہے جس میں کرپٹو کرنسی کو حقیقتاً خریدا ہی نہیں جاتا، بلکہ صرف اس کی قیمت کے اتار چڑھاؤ پر معاملات کیے جاتے ہیں۔ اس قسم کے معاہدات میں اصل کرنسی کا تبادلہ نہیں ہوتا بلکہ صرف قیمت کے فرق سے نفع یا نقصان حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ صورت ان تمام خرابیوں کا مجموعہ ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں، یعنی اس میں بیع قبل القبض، غرر اور قمار کی مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے فقہی اعتبار سے یہ واضح طور پر ناجائز قرار پاتی ہے۔

اسی طرح ایک جدید صورت وہ ہے جس میں کرپٹو کرنسی کو ایک خاص مدت کے لیے روک دیا جاتا ہے اور اس کے بدلے میں منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں بعض اہلِ علم نے مضاربت سے مشابہت دیکھی ہے، بشرطیکہ نفع حقیقی کاروبار سے حاصل ہو اور اس میں کسی قسم کی ضمانت یا سودی شرط شامل نہ ہو۔ تاہم اگر اس میں منافع کی یقینی ضمانت دی جائے یا حقیقی کاروبار کے بجائے محض قرض کے بدلے اضافہ لیا جائے، تو یہ سود کے زمرے میں آجائے گا جو ناجائز ہے۔

مزید بر آں غیر مرکزی مالیاتی نظام میں بعض ایسے طریقے بھی رائج ہیں جن میں لوگ اپنی کرنسی دوسروں کو دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں اضافہ حاصل کرتے ہیں۔ ان میں اکثر صورتوں میں سود کا واضح عنصر پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ اضافہ قرض کے بدلے مشروط ہوتا ہے، اس لیے ایسی صورتیں شرعاً جائز نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کرپٹو کرنسی بذاتِ خود ایک زیرِ بحث مسئلہ ہے، لیکن اس میں ہونے والے مختلف مالی معاملات کا حکم ایک جیسا نہیں۔ جہاں حقیقی ملکیت، قبضہ اور شفافیت پائی جائے وہاں کچھ گنجائش نکل سکتی ہے، جبکہ جہاں بیع قبل القبض، غرر یا سود جیسے عناصر موجود ہوں، وہاں ایسے معاملات سے اجتناب ضروری ہے تاکہ مالی نظام شریعت کے اصولوں کے مطابق رہے۔

اسلامک بینکنگ اور بیع قبل القبض: جامع تجزیہ

اسلامک بینکنگ نے جدید مالیاتی نظام کے اندر رہتے ہوئے شریعت کے مطابق متبادل فراہم کرنے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ تاہم عملی سطح پر اس کے مختلف معاملات میں بیع قبل القبض کا مسئلہ بار بار سامنے آتا ہے، کیونکہ بہت سی مصنوعات میں خرید و فروخت، ملکیت اور قبضہ کے مراحل نہایت باریک اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر مصنوع کا الگ الگ فقہی جائزہ لیا جائے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ کہاں حقیقی قبضہ موجود ہے اور کہاں صرف صوری کارروائی ہو رہی ہے۔

مرابحہ: مسائل اور حل

مرابحہ اسلامی بینکنگ کی سب سے زیادہ استعمال ہونے والی صورت ہے اور مجموعی کاروبار کا بڑا حصہ اسی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا نظریاتی ڈھانچہ یہ ہے کہ گاہک کسی خاص چیز کی نشاندہی کرتا ہے، بینک اسے خرید کر اپنے قبضہ میں لیتا ہے، پھر اس پر منافع لگا کر گاہک کو قسطوں پر فروخت کرتا ہے۔ اس ترتیب میں اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ بینک پہلے اس چیز کا حقیقی مالک اور قابض بنے، پھر اسے فروخت کرے۔ لیکن عملی طور پر بعض اوقات یہ ترتیب متاثر ہو جاتی ہے۔ بعض بینک صرف کاغذی کارروائی کرتے ہیں اور حقیقت میں چیز کو اپنے قبضہ میں لیے بغیر ہی گاہک کو

منتقل کرادیتے ہیں، یا محض ایک دستخط کو قبضہ قرار دے دیتے ہیں، جو دراصل قبض صوری ہوتا ہے۔ فقہی اصول کے مطابق مرابحہ کے لیے یہ شرط ہے کہ بینک چیز کو اپنی ملکیت میں لے اور اس پر حقیقی یا حکمی قبضہ حاصل کرے اور فروخت سے پہلے اس کا خطرہ بھی برداشت کرے۔ اسی اصول کو فقہی ادارہ (ایوفی) نے بھی واضح کیا ہے کہ جب تک بینک مال کی ذمہ داری نہ اٹھائے، اس وقت تک اس کی فروخت درست نہیں ہو گی۔

تورق: فقہی اشکال

تورق ایک اور پیچیدہ معاملہ ہے جس کے ذریعے گاہک کو نقد رقم فراہم کی جاتی ہے۔ اس میں بینک کوئی جنس خرید کر گاہک کو ادھار پر فروخت کرتا ہے، اور پھر گاہک اسے بازار میں بیچ کر نقد حاصل کرتا ہے۔ بظاہر یہ ایک جائز سلسلہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر اس میں قبضہ حقیقی طور پر واقع نہ ہو اور سارا معاملہ صرف کاغذی ہو، یا گاہک نے جنس کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے ہی فروخت کر دیا، تو یہ بیع قبل القبض کی واضح صورت بن جاتی ہے۔ اسی بنا پر بین الاقوامی اسلامی فقہی اکیڈمی نے منظم تورق کو ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں حقیقی تجارت کے بجائے سودی مقصد غالب ہوتا ہے اور قبضہ محض رسمی رہ جاتا ہے۔

اجارہ: سب سے محفوظ پروڈکٹ

اجارہ اُن مصنوعات میں سے ہے جو نسبتاً زیادہ محفوظ سمجھی جاتی ہیں، کیونکہ اس میں ترتیب فطری طور پر درست رہتی ہے۔ بینک پہلے چیز خرید کر اپنے قبضہ میں لیتا ہے، پھر اسے گاہک کو کرایہ پر دیتا ہے۔ اگر اجارہ منتہیہ بالتملیک کی صورت ہو تو آخر میں ملکیت بھی منتقل کر دی جاتی ہے۔ اس پورے عمل میں قبضہ بیع سے پہلے موجود ہوتا ہے، اس لیے بیع قبل القبض کا اشکال کم پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اگر کرایہ دار خود چیز کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے ہی کسی اور کو کرایہ پر دے دے تو وہاں مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔

سکوک: فقہی پیچیدگیاں

اسلامک بینکنگ میں سکوک سے مراد ایسے مالی سرٹیفیکیٹس ہیں جو کسی حقیقی اثاثے (جیسے زمین، عمارت، مشینری یا کسی منصوبے) میں ملکیت کا حصہ ظاہر کرتے ہیں۔

سادہ الفاظ میں، سکوک کو "اسلامی بانڈز" کہا جا سکتا ہے، لیکن عام بانڈز کی طرح ان پر سود نہیں دیا جاتا۔ اس کے بجائے، سکوک خریدنے والا شخص کسی حقیقی اثاثے یا کاروبار میں شریک ہو جاتا ہے اور اسی اثاثے سے حاصل ہونے والے منافع میں حصہ لیتا ہے۔ یعنی سکوک میں سرمایہ کاری کرنے والا صرف کاغذی منافع نہیں لیتا، بلکہ وہ ایک حقیقی چیز یا منصوبے سے جڑا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے سکوک اسلامی اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں اور معیشت کو حقیقی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

سکوک اسلامی سرمایہ کاری کا ایک اہم ذریعہ ہیں، تاہم بعض اقسام، خصوصاً وہ جو مرابحہ پر مبنی ہوں، ان میں بیع قبل القبض کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے اگر اصل معاملات میں قبضہ مکمل نہ ہوا ہو۔ اس کے برعکس اجارہ پر مبنی سکوک میں یہ خطرہ نسبتاً کم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے پیچھے عموماً حقیقی اثاثے موجود ہوتے ہیں۔ ایوفی کے معیار کے مطابق ضروری ہے کہ سکوک کے پیچھے حقیقی اثاثے ہوں اور ان پر ایک علیحدہ ادارے کا قبضہ بھی قائم ہو، تاکہ یہ محض کاغذی سرمایہ کاری نہ بن جائے۔

اسلامک بینکنگ میں قبضہ کی تین صورتیں

معاصر فقہاء نے اسلامی بینکنگ میں قبضہ کو سمجھنے کے لیے تین بنیادی صورتیں بھی بیان کی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ بینک خود چیز خرید کر اپنے نام پر رجسٹر کرے اور پھر آگے فروخت کرے، جو سب سے محفوظ طریقہ ہے۔ دوسری صورت میں بینک گاہک کو اپنا وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے چیز خریدے، پھر بینک اسے گاہک کو فروخت کرتا ہے، یہ طریقہ آسان تو ہے مگر اس

میں قبضہ کی حقیقت پر بحث رہتی ہے۔ تیسری صورت وہ ہے جس میں کاغذات اور دستاویزات کو قبضہ حکمی مان لیا جاتا ہے، جو بعض حالات میں قابلِ قبول ہے، لیکن ہر معاملے میں اس پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامک بینکنگ کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر منحصر ہے کہ وہ محض ظاہری تبدیلی تک محدود نہ رہے، بلکہ حقیقی ملکیت، قبضہ اور ذمہ داری کے اصولوں کو عملاً نافذ کرے۔ جہاں یہ اصول صحیح طور پر ملحوظ رکھے جائیں گے وہاں معاملات جائز اور مستحکم ہوں گے، اور جہاں یہ اصول نظر انداز ہوں گے وہاں بیع قبل القبض اور دیگر شرعی قباحتیں پیدا ہونے کا خطرہ برقرار رہے گا۔

معاصر علماء اور اداروں کی آراء

معاصر دور میں اسلامی مالیات کے پیچیدہ مسائل، خصوصاً قبضہ اور بیع قبل القبض کے حوالے سے، جید علماء اور معتبر اداروں نے نہایت گہرائی کے ساتھ رہنمائی فراہم کی ہے۔ ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت اپنے بنیادی اصولوں میں ثابت ہے، لیکن ان اصولوں کا اطلاق بدلتے ہوئے حالات اور جدید ذرائع کے مطابق کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ حقیقت اور ذمہ داری کے تقاضے برقرار رہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی

مفتی محمد تقی عثمانی معاصر اسلامی مالیات کے سب سے نمایاں علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی معروف کتاب "اسلامی معاشیات کا تعارف" میں پر واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اسلامی بینکاری کے معاملات میں قبضہ محض کاغذی کارروائی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یا تو حقیقی ہو یا ایسا حکمی قبضہ ہو جو عرف اور قانون دونوں کے اعتبار سے ثابت ہو۔

مفتی تقی عثمانی صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بینک کو فروخت سے پہلے مال کی حقیقی ذمہ داری اور خطرہ برداشت کرنا چاہیے، چاہے یہ مدت بہت مختصر ہی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے خاص طور پر مرابحہ کے عملی اطلاق پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض ممالک میں بینک اس کو صرف رسمی اور کاغذی طریقے سے انجام دیتے ہیں، جو شرعی روح کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک صحیح طریقہ یہ ہے کہ بینک کم از کم مختصر وقت کے لیے ہی سہی، چیز کو اپنے قبضہ اور ضمان میں لے، پھر آگے فروخت کرے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی رحمہ اللہ

ڈاکٹر یوسف القرضاوی رحمہ اللہ نے جدید مالیاتی مسائل پر ایک اصولی اور متوازن نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ اپنی تصانیف جیسے "فقہ الزکوٰۃ" اور دیگر کتب میں انہوں نے واضح کیا کہ اسلامی فقہ میں اصول تو ثابت ہیں، لیکن ان کے اطلاق میں حالات کے مطابق لچک موجود ہے۔ انہوں نے آن لائن تجارت کے حوالے سے یہ رائے دی کہ اگر کسی ڈیجیٹل دستاویز یا سرٹیفکیٹ کو عرفِ عام میں قبضہ تسلیم کیا جاتا ہو، تو فقہاء بھی اسے قبضہ حکمی کے طور پر قبول کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت جدید ذرائع کو یکسر رد نہیں کرتی، بلکہ ان کی حقیقت کو دیکھتے ہوئے ان کا جائزہ لیتی ہے۔

ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی

اسی طرح ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی جو بین الاقوامی اسلامی فقہی اکیڈمی سے وابستہ ہیں، نے اپنی کتاب "فقہُ المعاملاتِ المالیۃ المُعاصرۃ" میں جدید مالی معاملات، خصوصاً آن لائن تجارت اور ڈیجیٹل اثاثوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے مطابق موجودہ دور میں قبضہ کا تعین صرف مادی گرفت سے نہیں ہوتا بلکہ عُرف اور قانونی حیثیت بھی اس میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی ڈیجیٹل منتقلی قانوناً اور عرفاً ملکیت اور تصرف کا مکمل اختیار دے دیتی ہے تو اسے فقہی اعتبار سے قبضہ تسلیم کیا جا سکتا ہے، تاہم اس کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ معاملہ کسی حقیقی شے یا معتبر حق سے متعلق ہو، نہ کہ محض فرضی یا کاغذی لین دین ہو۔

ان تمام آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ معاصر علماء جدید مالیاتی نظام کو سمجھتے ہوئے اس میں گنجائش پیدا کرتے ہیں، لیکن وہ اس بات پر متفق ہیں کہ حقیقی ملکیت، واضح قبضہ اور ذمہ داری کے بغیر کوئی بھی معاملہ شرعاً درست نہیں ہو سکتا۔ یہی اصول اسلامی مالیات کو محض ظاہری تبدیلی کے بجائے ایک حقیقی اور منصفانہ نظام بناتے ہیں۔

ایوفی کے فیصلے

اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے رہنمائی فراہم کرنے میں ایوفی کے معیارات کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے۔ ان معیارات میں بیع قبل القبض اور قبضہ کے اصول کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے، تاکہ اسلامی بینکنگ محض کاغذی نہ رہے بلکہ حقیقی بنیادوں پر قائم ہو۔

مرابحہ کے حوالے سے معیار نمبر ۸ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ بینک کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو گاہک کو فروخت کرنے سے پہلے اس کا باقاعدہ مالک بنے اور اس پر حقیقی یا معتبر حکمی قبضہ حاصل کرے۔ مزید یہ کہ اس چیز کی ذمہ داری اور خطرہ بھی کچھ مدت کے لیے بینک ہی پر ہونا چاہیے، کیونکہ جب تک ذمہ داری منتقل نہ ہو، اس وقت تک فروخت کا جواز مکمل نہیں ہوتا۔ اس معیار کا مقصد یہ ہے کہ مرابحہ کو محض مالی حیلہ بننے سے روکا جائے اور اسے حقیقی تجارت کی شکل دی جائے۔[29]

سلم کے بارے میں معیار نمبر ۲ میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اس عقد میں ہر قسم کی غیر یقینی کیفیت ختم کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کا سودا کیا جا رہا ہے، اس کی تمام تفصیلات جیسے جنس، مقدار، معیار اور حوالگی کا وقت واضح طور پر طے ہوں۔ اسی طرح قیمت کا مکمل طور پر پیشگی ادا ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ یہ معاملہ ادھار کے بدلے ادھار میں تبدیل نہ ہو۔ ان شرائط کا مقصد یہ ہے کہ معاملہ شفاف اور یقینی ہو اور کسی فریق کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔[30]

سکوک کے بارے میں معیار نمبر ۱۷ میں یہ بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ ہر سکوک کے پیچھے حقیقی اثاثے موجود ہونے چاہئیں، اور ان اثاثوں پر مؤثر قبضہ بھی قائم ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سکوک محض کاغذی سرٹیفیکیٹس نہ ہوں بلکہ ان کے ذریعے سرمایہ کار حقیقتاً کسی اثاثے یا منصوبے میں شریک ہوں۔ اگر حقیقی اثاثہ اور قبضہ موجود نہ ہو تو یہ معاملہ بیع قبل القبض یا محض صوری لین دین کی شکل اختیار کر سکتا ہے، جو شرعاً درست نہیں۔[31]

ان تمام معیارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مالیات میں ہر معاملہ حقیقی ملکیت، واضح قبضہ اور ذمہ داری کے اصولوں پر قائم ہونا چاہیے۔ یہی اصول اسلامی بینکنگ کو روایتی سودی نظام سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک منصفانہ اور مستحکم مالیاتی نظام بناتے ہیں۔

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کے قرارات

مکہ مکرمہ میں قائم اسلامی فقہ اکیڈمی نے جدید مالیاتی معاملات، خصوصاً بیع قبل القبض اور اس سے متعلقہ مسائل پر نہایت اہم اور اصولی فیصلے صادر کیے ہیں۔ ان قرارات کا مقصد یہ ہے کہ جدید معیشت میں پیش آنے والی نئی صورتوں کو شریعت کے بنیادی اصولوں کے مطابق پرکھا جائے اور ان کے بارے میں واضح رہنمائی فراہم کی جائے۔

---

[29] (AAOIFI), Shari'ah Standards, Standard No. 8: Murabaha to the Purchase Orderer, Clauses 3/1-3/3.

[30] AAOIFI, Shari'ah Standards, Standard No. 10: Salam and Parallel Salam, Clauses 3/1, 3/2, 3/3, 4/1.

[31] AAOIFI, Shari'ah Standards, Standard No. 17: Investment Sukuk, Clauses 2/1, 2/2, 5/1/1, 5/1/2.

قرار نمبر ۶۱ (دورہ ششم، ۱۹۹۰ء) میں اکیڈمی نے روایتی مستقبل کے معاہدات کو ناجائز قرار دیا۔ اس فیصلے کی بنیادی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ان معاملات میں عموماً نہ تو حقیقی قبضہ پایا جاتا ہے اور نہ ہی چیز کی موجودگی یقینی ہوتی ہے، بلکہ محض ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں قیمت کے اتار چڑھاؤ پر معاملہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ بیع قبل القبض اور غرر دونوں کا مجموعہ بن جاتا ہے، جو شرعاً قابلِ قبول نہیں۔[32]

قرار نمبر ۱۳۰ (دورہ چودھویں، ۲۰۰۳ء) میں منظم تورق کو ناجائز قرار دیا گیا۔ اکیڈمی کے مطابق اس طریقہ کار میں بظاہر خرید و فروخت کا عمل ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں قبضہ محض کاغذی اور فرضی ہوتا ہے، جبکہ اصل مقصد نقد رقم حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح یہ معاملہ حقیقی تجارت کے بجائے ایک مالی حیلہ بن جاتا ہے، جو شریعت کے مقاصد کے خلاف ہے۔[33]

قرار نمبر ۱۵۴ (دورہ سترہویں، ۲۰۰۶ء) میں بیع الدین یعنی قرض کی فروخت کے مسئلے پر بحث کی گئی، اور یہ واضح کیا گیا کہ قرض کو قبضہ میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض بذاتِ خود ایک ذمہ داری (دَین) ہے، اور اس میں تصرف کے لیے شرعی اصولوں کی پابندی ضروری ہے۔ اگر اس اصول کو نظر انداز کیا جائے تو یہ بیع قبل القبض اور دیگر مالی قباحتوں کا سبب بن سکتا ہے۔[34]

ان قرارات کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ جدید مالیاتی معاملات میں بھی شریعت کے بنیادی اصول یعنی حقیقی ملکیت، معتبر قبضہ، اور غیر یقینی و دھوکہ سے پاک لین دین کو ہر حال میں برقرار رکھا جائے۔ یہی اصول اسلامی معیشت کو ایک منصفانہ اور مستحکم نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

فقہی حل اور جائز اسلامی متبادل

اسلامی فقہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف ناجائز صورتوں کی نشاندہی نہیں کرتی بلکہ ان کے متبادل کے طور پر جائز اور عملی راستے بھی فراہم کرتی ہے۔ بیع قبل القبض جیسے مسائل کے مقابلے میں بھی شریعت نے ایسے متوازن اور قابلِ عمل طریقے دیئے ہیں جو معیشت کو حقیقی بنیادوں پر قائم رکھتے ہیں اور فریقین کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔

بیع سلم ایک ایسا مؤثر متبادل ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کی جاتی ہے اور چیز بعد میں فراہم کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس کو باقاعدہ جائز قرار دیا اور اس کے اصول واضح فرمائے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: "مَن اَسلَفَ فِی شَیْءٍ فَفِی کَیلٍ مَعلُومٍ وَوَزنٍ مَعلُومٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعلُومٍ"[35] کہ جس چیز میں پیشگی ادائیگی کی جائے، اس کی مقدار، وزن اور مدت متعین ہونی چاہیے۔ اس عقد کی بنیادی شرائط یہ ہیں کہ پوری قیمت مجلسِ عقد میں ادا کی جائے، چیز کی تمام صفات، نوع، مقدار اور معیار واضح ہوں، اور حوالگی کا وقت متعین ہو۔ جدید دور میں اس کا اطلاق زرعی اور صنعتی مصنوعات جیسے گندم، کپاس اور تیل وغیرہ پر کیا جا سکتا ہے، اور بعض مسلم ممالک میں اس کی کامیاب عملی مثالیں بھی سامنے آئی ہیں۔

اسی طرح بیعِ استصناع ایک اہم حل ہے، جس میں کسی چیز کو تیار کرنے کا آرڈر دیا جاتا ہے جو ابھی موجود نہیں ہوتی۔ فقہِ حنفی میں اسے ایک مستقل عقد کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ دیگر مذاہب اِسے سلم کی ایک صورت قرار دیتے ہیں۔ اس میں یہ سہولت ہوتی ہے کہ قیمت مکمل پیشگی دینا ضروری نہیں بلکہ مرحلہ وار بھی ادا کی جا سکتی ہے، تاہم چیز کی نوعیت، معیار اور تکمیل کا وقت واضح ہونا ضروری ہے۔ جدید دور میں تعمیراتی منصوبے، صنعتی مشینری اور بڑے پیمانے کے پیداواری کام اسی عقد کے ذریعے بآسانی انجام دیے جا سکتے ہیں، اور ایوفی نے بھی اسے جائز اور مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔

---

[32] Islamic Fiqh Academy (OIC), Resolution No. 61 (1/7), Sixth Session, Jeddah, 1990.

[33] Islamic Fiqh Academy (OIC), Resolution No. 130 (3/14), Fourteenth Session, Doha, 2003.

[34] Islamic Fiqh Academy (OIC), Resolution No. 154 (4/17), Seventeenth Session, Amman, 2006.

[35] صحیح بخاری، کتاب السلم، حدیث: 2240

وکالت کا اصول بھی ایک اہم حل پیش کرتا ہے، خصوصاً اُن صورتوں میں جہاں کوئی شخص خود چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ اگر وہ کسی اصل مالک کا باقاعدہ وکیل ہو تو وہ اس کی طرف سے فروخت کر سکتا ہے، اور یہ بیع قبل القبض نہیں بلکہ بیعِ موکّل شمار ہوگی۔ اسی اصول کی بنیاد پر ڈراپ شپنگ کو بھی جائز بنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ فروخت کنندہ واضح طور پر اصل مالک کا نمائندہ ہو، گاہک کو حقیقت سے آگاہ کیا جائے، اور وکالت کے تمام شرعی و قانونی تقاضے پورے کیے جائیں۔

اسلامی بینکنگ میں مرابحہ للآمر بالشراء ایک اہم اور مستند طریقہ ہے، جس میں گاہک کسی چیز کی نشاندہی کرتا ہے اور خریدنے کا وعدہ دیتا ہے، پھر بینک اس چیز کو خود خرید کر اپنے قبضہ میں لیتا ہے اور اس دوران اس کا خطرہ بھی برداشت کرتا ہے، اس کے بعد وہی چیز گاہک کو منافع کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے۔ اس ترتیب میں چونکہ بینک پہلے حقیقی مالک اور قابض بنتا ہے، اس لیے یہ طریقہ بیع قبل القبض سے محفوظ رہتا ہے، اور اسے ایوفی کی توثیق بھی حاصل ہے۔

رئیل اسٹیٹ کے شعبے میں مشارکہ متناقصہ ایک بہترین متبادل کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس میں بینک اور گاہک مل کر کسی جائیداد کے مشترک مالک بنتے ہیں، پھر گاہک بتدریج بینک کا حصہ خریدتا جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کے حصے کے بدلے کرایہ بھی ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں جائیداد پر ابتداء ہی سے گاہک کا قبضہ قائم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے بیع قبل القبض کا اشکال سرے سے پیدا نہیں ہوتا، اور معاملہ ایک شفاف اور منصفانہ انداز میں آگے بڑھتا ہے۔

ان تمام متبادلات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام معیشت کو روکنے یا محدود کرنے کے بجائے اسے ایک اخلاقی اور حقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جہاں ناجائز طریقوں میں غیر یقینی، دھوکہ یا غیر حقیقی لین دین پایا جاتا ہے، وہاں اسلامی عقود واضح اصولوں کے ساتھ ایک متوازن اور پائیدار نظام پیش کرتے ہیں۔

نتائج

1۔ بیع قبل القبض ایک بنیادی معاشی اصول ہے، جو عدل، شفافیت اور استحصال سے بچاؤ کو یقینی بناتا ہے، اور اس کی ممانعت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

2۔ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ طعام میں قبضہ سے پہلے فروخت ناجائز ہے، جبکہ دیگر اموال میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور فقہِ حنفی کی تعبیر جدید حالات میں زیادہ قابلِ اطلاق ہے۔

3۔ جدید تجارتی صورتیں (آن لائن تجارت، ڈراپ شپنگ، مالیاتی منڈیاں) اکثر اس اصول سے متصادم ہیں، خصوصاً جہاں ملکیت اور قبضہ مفقود ہو۔

4۔ اسلامک بینکنگ میں قبضہ کو عملی طور پر حقیقی بنانے کے بجائے اکثر صوری رکھا جاتا ہے، جو ایک اہم شرعی و عملی مسئلہ ہے۔

5۔ اسلامی فقہ ایک متحرک نظام ہے، اور بیع قبل القبض کا اصول آج بھی جدید معیشت میں پوری معنویت کے ساتھ موجود ہے۔

سفارشات

1۔ اسلامی مالیاتی ادارے حقیقی یا معتبر حکمی قبضہ کو یقینی بنائیں اور فروخت سے پہلے رسک برداشت کریں۔

2۔ اسٹیٹ بینک اور متعلقہ ادارے قبضہ سے متعلق واضح اور قابلِ نفاذ ضوابط وضع کریں۔

3۔ آن لائن کاروبار اور ڈراپ شپنگ کو وکالت یا دیگر جائز ماڈلز کے مطابق ڈھالا جائے۔

4۔ سرمایہ کار مشتبہ اور سودی معاملات سے اجتناب کرتے ہوئے حقیقی اثاثہ پر مبنی سرمایہ کاری اختیار کریں۔

5۔ جامعات اور تحقیقی ادارے اسلامی مالیات پر جدید تقاضوں کے مطابق تحقیق اور عوامی آگاہی کو فروغ دیں۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

کتبِ حدیث

البخاری، محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح

مسلم بن الحجاج، الصحیح

أبو داود، سلیمان بن الأشعث، سنن أبي داود

الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذي

ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماج

أحمد بن حنبل، المسند

مالک بن أنس، الموطأ

المتقی الهندي، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، بیروت: مؤسسة الرسالة، 1405ھ، الطبعة الخامسة

کتبِ فقہ (قدیم)

فقہ حنفی

الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1328ھ، الطبعة الأولی

المرغینانی، برہان الدین، الهدایة شرح بدایة المبتدي

السرخسی، محمد بن أحمد، المبسوط

ابن عابدین، محمد أمین، رد المحتار علی الدر المختار

فقہ مالکی

ابن رشد، محمد بن أحمد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد

الدسوقی، محمد بن أحمد، حاشیة الدسوقي علی الشرح الکبیر

فقہ شافعی

الشافعی، محمد بن إدریس، الأم، بیروت: دار المعرفة

النووی، یحيٰ بن شرف، المجموع شرح المهذب، بیروت: دار الفکر

فقہ حنبلی

ابن قدامہ، عبد اللہ بن أحمد المغني، بیروت: دار الکتب العلمیہ

معاصر کتب (اسلامی مالیات و معیشت)

وہبہ الزحیلی، الفقہ الإسلامي وأدلتہ

یوسف القرضاوی، فقہ الزکاة

ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی، فقہُ المعاملاتِ المالیۃ المُعاصرۃ

محمد تقی عثمانی، اسلامی معاشیات کا تعارف

Resolutions and Recommendations of the Islamic Fiqh Academy,Islamic Fiqh Academy (OIC), 1990Jeddah.,Sixth Session,Resolution No. 61 (1/7)

Accounting and Auditing Organization for Islamic Financial Institutions (AAOIFI),Shari'ah Standard No. 8: Murabaha to the Purchase Orderer, Bahrain.،Standards